تفسیر بالرائے کی حقیقت

ثاقب اکبر*

قرآن شناسی کے اصولوں میں سے تفسیر بالرائے کا موضوع بہت اہمیت رکھتا ہے۔ البتہ اس موضوع کے کئی ذیلی عناوین ہیں جن کا جائزہ لیے بغیر تفسیر بالرائے کی حقیقت تک نہیں پہنچا جاسکتا۔ شیعہ و سنی متونِ احادیث میں ایسی بہت سی روایات نقل ہوئی ہیں جن میں تفسیر بالرائے کی ممانعت کی گئی ہے۔ مثلاً رسول اللہؐ سے مروی ہے کہ جس شخص نے اپنی رائے کی بنیاد پر قرآن کی تفسیر کی اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔ ان روایات میں جس چیز سے منع کیا گیا ہے وہ ہمارے نزدیک بالکل واضح ہے۔ خود "تفسیر بالرائے" کے عنوان سے بھی حقیقت مطلب تک پہنچا جاسکتا ہے۔ یعنی اگر کوئی شخص قرآن حکیم کی طرف رجوع کرنے سے پہلے کوئی رائے رکھتا ہو اور پھر قرآنی آیات کو اس رائے پر مطابقت دینے کی کوشش کرے تو یہ تفسیر بالرائے ہے۔ تفسیر بالرائے کی مختلف صورتیں ہو سکتی ہیں: ۱) جہالت کی بنیاد پر تفسیر بالرائے؛ ۲) علم و آگاہی کے باوجود، غلط مقاصد کی بنیاد پر اپنی رائے کو درست ثابت کرنے کے لیے تفسیر بالرائے؛ ۳) علم و آگاہی کے ساتھ لیکن صحیح مقصد کے لیے تفسیر بالرائے۔

بعض کا کہنا ہے کہ چونکہ قرآن حکیم کا معنی و مقصود فقط نبی کریم یا آئمہ اہل بیتؑ ہی بیان کر سکتے ہیں۔ اہل سنت میں ایک گروہ کی رائے یہ ہے کہ نبی کریم کی احادیث اور صحابہ و تابعین کے اقوال ہی کی روشنی میں قرآن حکیم کو سمجھا جاسکتا ہے۔ جو لوگ تفسیر بالآثار پر جمود کے قائل ہیں ان میں سے بعض کے نزدیک ظواہر قرآن سے عام لوگ استفادہ نہیں کر سکتے۔ لیکن کتب احادیث میں ایسی بہت سی روایات نقل ہوئی ہیں جو ظواہر کتاب کی حجیت پر دلالت کرتی ہیں۔ لہٰذا قرآنی کلمات کے عامۃ الناس کیلئے قابل فہم ہونے کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ نیز تفسیر بالآثار کا نظریہ اس لیے بھی کمزور ہے کیونکہ بہت سی آیات ایسی ہیں جن کے بارے میں کوئی کمزور روایت بھی نقل نہیں ہوئی۔ تو آیا یہ آیات عام مسلمانوں کیلئے کوئی معنی و مفہوم نہیں رکھتیں؟

قرآن حکیم میں عقل و فکر سے کام لینے کی دعوت ویسے تو بہت سے مقامات پر آئی ہے لیکن خود قرآن میں تدبر کرنے کا خصوصیت سے حکم بھی آیا ہے۔ اب اگر قرآن کے ظواہر حجت ہی نہ ہوں اور عام انسانوں کو یہ سمجھ ہی نہ آسکتے ہوں تو پھر اس میں تدبر اور غور و فکر کی دعوت کیسے دی جاسکتی ہے؟ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ "تفسیر بالرائے" سے ممانعت کرنے والی روایات عام مسلمانوں کو آیات قرآن میں غور و فکر سے نہیں روکتیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ جو لوگ عام مسلمانوں کا قرآن کریم میں تدبر سے روکتے ہیں یہی لوگ قرآن حکیم کی تفسیر بالرائے کے مرتکب ہوتے ہیں۔

*۔ صدر نشین البصیرہ، اسلام آباد

قرآن شناسی کے اصولوں پر بات کرتے ہوئے تفسیر بالرائے کی حقیقت کو جاننا بہت ضروری ہے۔ یہ موضوع خود اپنے اندر متنوع ذیلی موضوعات رکھتا ہے۔ مثلاً: تفسیر سے کیا مراد ہے؟ تاویل سے کیا مراد ہے؟ تفسیر و تاویل میں فرق ہے تو کیا ہے؟ معرفت قرآن میں اسباب نزول اور شان نزول کا کیا کردار ہے؟ قرآن حکیم میں تدبر و تعقل کی حقیقت کیا ہے؟آیا قرآن کے ظواہر حجیت رکھتے ہیں یا نہیں؟ وغیرہ وغیرہ۔

مذکورہ بالا تمام پہلوؤں کا جائزہ لیے بغیر تفسیر بالرائے کی حقیقت تک نہیں پہنچا جاسکتا۔ البتہ اس میں شک نہیں کہ شیعہ و سنی متونِ احادیث میں ایسی بہت سی روایات نقل ہوئی ہیں جن میں تفسیر بالرائے کی ممانعت کی گئی ہے۔ ہم سب سے پہلے انہی روایات پر ایک نظر ڈالتے ہیں:

تفسیر بالرائے احادیث و روایات کی روشنی میں

بہت سی روایات تفسیر بالرائے سے ممانعت کے حوالے سے مروی ہیں۔ ایسی روایات شیعہ و سنی دونوں مکاتب فکر کی کتب میں نقل ہوئی ہیں۔ ہم ذیل میں سے چند ایک کا ذکر کرتے ہیں۔ رسول اللہؐ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”ما اٰمَنَ بِی مَنْ فَسَّرَ بِرَأْیِه کَلَامِی “(1) یعنی: ’ ’وہ شخص مجھ پر ایمان نہیں لایا جو میرے کلام کی تفسیر اپنی رائے کی بنیاد پر کرے۔“ نیز آنحضرتؐ ہی سے روایت کیا گیا ہے کہ آپؐ نے فرمایا: ” مَنْ فَسَّرَ الْقُرْاٰنَ بِرَأْیِه فَلْیَتَبَوأْ مَقْعَدَهٗ مِن النَّار “(2) یعنی:” جس شخص نے اپنی رائے کی بنیاد پر قرآن کی تفسیر کی اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔“

تفسیر عیاشی میں امام صادق علیہ السلام سے منقول ہے: ” مَنْ فَسَّرَ الْقُرْاٰنَ بِرَأْیِه اِن اصابَ لَم یُوجَز، و ان اخطأ فهو ابعد من السماء۔“(3) یعنی: ” جس نے اپنی رائے کی بنیاد پر قرآن کی تفسیر کی اگر اس کی یہ تفسیر حقیقت کے مطابق ہوئی تو اسے کوئی اجر نہیں ملے گا اور اگر خطا ہوئی تو وہ آسمانوں سے دور تر ہو گیا۔“

ایک روایت میں ہے کہ امام محمد باقرؑ نے قتادہ سے فرمایا: ” ویحك یا قتادة ان کنت انما فسرت القرآن من تلقاء نفسك فقد هلکت واهلکت وان اخذته من الرجال فقد هلکت و اهلکت۔“ (4) یعنی:” قتادہ تجھ پر افسوس کہ تو نے خود اپنی طرف سے قرآن کی تفسیر کی تو تو خود بھی ہلاک ہوا اور تو نے دوسروں کو بھی ہلاکت میں ڈال دیا اور اگر تو نے دوسرے لوگوں سے اسے حاصل کیا تو بھی تو نے اپنے آپ کو اور دوسروں کو ہلاکت میں ڈال دیا۔“

امام حسن عسکریؑ سے منسوب تفسیر میں آیا ہے:

''کیا تو جانتا ہے کہ قرآن سے کون لوگ تمسک رکھتے ہیں اس قرآن سے جو ایک بلند مرتبہ شرف ہے، وہ لوگ جو قرآن اور اس کی تاویل ہم اہل بیت سے یا ہمارے اُن نمائندوں اور سفیروں سے حاصل کرتے ہیں جو ہم اپنے پیروکاروں کے لیے مقرر کرتے ہیں نہ کہ بدکاروں کے قیاس اور اہل جدل کی آرا کے ذریعے البتہ وہ افراد جو اپنی رائے کی بنیاد پر قرآن کے بارے میں اظہار نظر کرتے ہیں اگر اتفاقاً ان کی بات درست بھی ہو تو ان کا عمل جہالت کی بنیاد پر ہوگا کیونکہ انھوں نے قرآن کو اس کے غیر اہل سے حاصل کیا ہے اور اگر ان کی بات خطا پر مبنی ہوئی تو پھر خلاف حقیقت ہوئی اور ان کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔''

روایات پر ایک تبصرہ

مذکورہ بالا روایات میں جس چیز سے منع کیا گیا ہے ہمارے نزدیک وہ بالکل واضح ہے۔ خود ''تفسیر بالرائے'' کا عنوان بھی حقیقت مطلب تک پہنچانے میں راہنمائی کرتا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص قرآن حکیم کی طرف رجوع کرنے سے پہلے کوئی رائے رکھتا ہو اور پھر قرآن کی آیات کو اس رائے پر مطابقت دینے کی کوشش کرے بالفاظ دیگر قرآنی آیات کی من مانی تفسیر کرے، قرآنی آیات کو اپنی مرضی اور خواہش کے مطابق بیان کرنے کی کوشش کرے تو یہ تفسیر بالرائے ہے۔ گویا اس میں رائے پہلے ہے اور تفسیر بعد میں ہے جبکہ قرآن ہی نہیں کسی اور کتاب کے ساتھ بھی یہ سلوک کیا جائے تو ناروا، غلط اور قابل مذمت ہے؛ چہ جائیکہ اس کتاب کے ساتھ جو اللہ کے بندوں کے لیے ہدایت کے لیے اتری ہو اور جسے بندگان خدا کے لیے ہدایت و معرفت کا آخری آسمانی صحیفہ قرار دیا جاتا ہو۔ آئندہ سطور میں ہم دیکھیں گے کہ ممتاز اور بزرگ علمائے اسلام نے مذکورہ بالا روایات سے یہی مفہوم اخذ کیا ہے۔ نیز یہی نقطہ دیگر دلائل سے بھی ثابت ہوتا ہے۔

جیسا کہ پہلی حدیث سے یہ مفہوم اخذ کیا جاسکتا ہے کہ اگر کوئی شخص اللہ پر ایمان رکھتا ہو تو پھر وہ قرآن حکیم کی آیات کو اپنی رائے سے مطابقت دیتے ہوئے تفسیر نہیں کرے گا۔ لہٰذا فرمایا گیا ہے کہ وہ شخص مجھ پر ایمان ہی نہیں لایا کہ جو میرے کلام کی تفسیر اپنی رائے کے مطابق کرے گا۔ ظاہر ہے کہ پھر ایسے شخص کے لیے جو بھی سزا بیان کی گئی ہے وہ بالکل بجا اور قابل فہم ہے۔ وہ شخص جو قرآن حکیم کے ساتھ یہ سلوک

کرے اس کا ٹھکانا جہنم کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔ نیز یہ جو فرمایا گیا ہے کہ اگر ایسے شخص کی کوئی رائے اتفاقاً قرآن کے نظریے سے ہم آہنگ بھی ہو تو اس کے لیے کوئی اجر و ثواب نہیں ہو سکتا کیونکہ اجر و ثواب کا تعلق انسان کے حسن نیت سے ہے۔ اللہ کی رضا کا تعلق قربت الٰہی کے قصد اور ارادے سے ہے۔

تفسیر بالرائے کی صورتیں

مندرجہ بالا تبصرے کو سامنے رکھا جائے تو پھر تفسیر بالرائے کی مختلف صورتوں کو سمجھا جاسکتا ہے چنانچہ استاد جوادی آملی نے تفسیر بالرائے کی تین صورتیں ذکر کی ہیں۔

1) جہالت کی بنیاد پر۔
2) علم و آگاہی کی بنیاد پر اپنی رائے کو درست ثابت کرنے کے لیے اپنی رائے کو غلط جاننے کے باوجود اور غلط مقاصد کی بنیاد پر۔
3) علم و آگاہی کے ساتھ لیکن صحیح مقصد کے لیے۔

جہالت کی بنیاد پر تفسیر بالرائے

تفسیر بالرائے کرنے والا شخص ممکن ہے کبھی اس امر سے جاہل ہو۔ یہ صورت حال ہم اپنی روز مرہ زندگی میں مشاہدہ کرتے رہتے ہیں۔ بہت سے لوگ بعض شخصیات سے حسن عقیدت کے طور پر ان کے بارے میں ایک خاص گمان پیدا کر لیتے ہیں۔ اسی طرح سے بہت سے لوگوں کو اپنے بعض نظریات کے بارے میں اطمینان ہے کہ وہ درست ہیں۔ ایسے لوگ اکثر قرآن حکیم کی آیات کی تفسیر اپنے حسن عقیدت اور نظریات کے پیش نظر کرتے ہیں۔ اس کا علاج سوائے حصول علم، وسعت مطالعہ، دقت نظر اور خلوص نیت کے اور کچھ بھی نہیں۔ اس کا پہلا زینہ ہماری نظر میں یہ ہے کہ انسان اپنی رائے یا اپنے نظریے پر نظر ثانی کے لیے ہمیشہ تیار رہے اور اس بات کا امکان رکھے کہ اس کی رائے یا نظریہ غلط ہو سکتا ہے۔ اس کا کم از کم فائدہ یہ ہے کہ وہ تفسیر کرتے ہوئے اپنی رائے کو یا اپنی پیش کردہ تفسیر کو ایک امکان کے طور پر ذکر کرے گا۔

آگاہی کے ساتھ تفسیر بالرائے

جہاں تک دوسری صورت کا تعلق ہے تو اس درد کا درماں اتنا آسان نہیں مگر یہ کہ انسان توبہ و انابت کی طرف مائل ہو جائے۔ گذشتہ قوموں میں بھی ایسے لوگ گزرے ہیں کہ جو معمولی سے مادی فائدے

کے لیے آیات الٰہی کے مطالب کو دگرگوں کردیتے تھے۔ قرآن حکیم میں متعدد آیات اس امر کی حکایت کرتی ہیں۔

" إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلَ اللّهُ مِنَ الْكِتَابِ وَيَشْتَرُونَ بِهِ ثَمَنًا قَلِيلاً أُولَـئِكَ مَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ إِلاَّ النَّارَ وَلاَ يُكَلِّمُهُمُ اللّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلاَ يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ " (5)

یعنی: "وہ لوگ جو کتاب میں نازل کی گئی بات کو چھپاتے ہیں اور اس ذریعے سے معمولی سی قیمت حاصل کرتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں سوائے آگ کے کچھ نہیں ڈالتے؛ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان سے کلام نہیں کرے گا اور نہ انھیں پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔"

ایک اور مقام پر بنی اسرائیل کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے:

" وَآمِنُواْ بِمَا أَنزَلْتُ مُصَدِّقاً لِّمَا مَعَكُمْ وَلاَ تَكُونُواْ أَوَّلَ كَافِرٍ بِهِ وَلاَ تَشْتَرُواْ بِآيَاتِي ثَمَناً قَلِيلاً وَإِيَّايَ فَاتَّقُونِ O وَلاَ تَلْبِسُواْ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُواْ الْحَقَّ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ " (6)

یعنی: "اور ایمان لاؤ جو میں نے نازل کیا ہے (اور جو) تصدیق کرنے والا ہے اس (کتاب) کی جو (پہلے سے) تمھارے پاس ہے اور اس کا پہلے انکار کرنے والے نہ بن جاؤ اور نہ میری آیتوں کو معمولی قیمت پر بیچو اور صرف مجھ سے ڈرو نیز حق کو باطل سے نہ ملاؤ اور نہ حق کو چھپاؤ جبکہ تم جانتے بھی ہو۔"

اس طرز عمل کا تعلق فقط گذشتہ قوموں سے نہیں ہے بلکہ بدقسمتی سے مسلمانوں میں بھی ایسے بہت سے گندم نما جو فروش پائے جاتے ہیں جو اس معمولی سی مادی زندگی کے حقیر مفادات کی خاطر قرآن پاک کی غلط تفسیر کرتے ہیں۔ تفسیر بالرائے کے لیے جو سزا بیان کی گئی ہے اس کا سب سے حقدار یہی گروہ ہے۔

صحیح مقصد کے لیے تفسیر بالرائے

تفسیر بالرائے کی ہر صورت غلط ہے۔ صحیح مقصد کے لیے کی جائے یا غلط مقصد کے لیے، جہالت کی بنیاد پر کی جائے یا آگاہی کے ساتھ۔ تفسیر بالرائے بہرحال ناپسندیدہ اور قابل مذمت ہے۔ اس سلسلے میں یہ بات قابل ذکر ہے کہ بعض لوگوں کا مقصد تو نیک ہوتا ہے یا صحیح ہوتا ہے لیکن وہ قرآن حکیم کی آیات کی غلط تفسیر کرتے ہیں یا اپنی رائے کے مطابق اس کے مطلب کو موڑ لیتے ہیں۔ اس کی مثال آیت اللہ جوادی عاملی نے یہ دی ہے کہ بعض صوفیا قرآن حکیم کی اس آیت " اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى " (7)

یعنی: ''فرعون کی طرف چلے جاؤ کہ وہ سرکش ہو چکا ہے۔'' کی تفسیر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ فرعون سے مراد یہاں ہوائے نفس ہے اور نفس انسانی جو سرکش ہو چکا ہے اسے قابو کرنے کے لیے موسیٰ یعنی عقل کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنا کردار ادا کرے۔(8)

ایک مثال استاد مطہری نے بھی نقل کی ہے وہ کہتے ہیں کہ صوفیا کے بقول ابراہیمؑ کو اسماعیلؑ کے ذبح کرنے کے حکم کا مطلب یہ ہے کہ عقل کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ نفس کو ذبح کرے۔(9)

استاد مکارم شیرازی کا نظریہ

آیت اللہ استاد مکارم شیرازی جو عصر حاضر کے معروف مفسر ہیں اور جن کی تفسیر نمونہ عالمی شہرت رکھتی ہے تفسیر بالرائے کے بارے میں کہتے ہیں:

> ''تفسیر بالرائے سے مراد ہے قرآن کا معنی اپنی ذاتی یا اپنے گروہ کی خواہشات اور عقیدے کے مطابق کرنا بغیر اس کے کہ اس کے لیے کوئی قرینہ یا شاہد ہو۔ ایسا کرنے والا شخص درحقیقت قرآن کے تابع نہیں بلکہ چاہتا ہے کہ قرآن کو اپنے تابع کرلے۔ اگر یہ شخص قرآن پر کامل ایمان رکھتا ہوتا تو ایسا ہرگز نہ کرتا۔ یقیناً اگر تفسیر بالرائے کا دروازہ قرآن کے لیے کھول دیا جائے تو قرآن کاملاً اعتبار سے ساقط ہو جائے اور پھر ہر کوئی اپنی خواہش کے مطابق اس کا معنی کرنے لگے اور ہر باطل عقیدے کی قرآن سے مطابقت ثابت کرنے لگے۔،،(10)

دوسرا نظریہ

تفسیر بالرائے کے بارے میں ایک دوسرا نظریہ بھی ہے۔ اس نظریے کے مطابق قرآن حکیم کی تفسیر فقط اسباب النزول، شان ہائے نزول یا احادیث کی روشنی میں بیان کی جانا چاہیے۔ اس نظریے کے حامل کہتے ہیں کہ قرآن کا معنی و مقصود فقط نبیؐ کریم یا ان کے تعلیم یافتہ یا ائمہ اہل بیتؑ ہی کر سکتے ہیں۔ اہل سنت میں ایک گروہ کی رائے یہ ہے کہ نبی کریم کی احادیث اور صحابہ و تابعین کے اقوال ہی کی روشنی میں قرآن حکیم کو سمجھا جاسکتا ہے۔ صحابہؓ اس لیے کہ وہ نبی کریمؐ کے بلاواسطہ شاگرد تھے جبکہ تابعین نے قرآن حکیم کے مطالب کو صحابہ سے اخذ کیا تھا۔ عام طور پر سلفی فکر کے حامل یا اہل حدیث کے ہاں یہ نظریہ پایا جاتا ہے۔

شیعوں کے ہاں ایسا نظریہ رکھنے والوں کو اخباری کہتے ہیں۔ اخباری کا کلمہ خبر سے نکلا ہے اور خبر سے مراد یہاں وہ روایات ہیں جو نبی کریمؐ یا ائمہ اہل بیتؑ سے مروی ہیں۔ گویا اخبار و روایات کو قرآن حکیم پر ناظر

قرار دینے والے گروہ کو اصطلاح میں اخباری کہتے ہیں۔ ان کے نزدیک ایسی بہت سی روایات ہیں جو اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ رسول اللہؐ اور ائمہ اہل بیتؑ کے علاوہ کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اپنی طرف سے قرآن مجید کی تفسیر کرے۔ وہ اپنے موقف کی تائید میں مذکورہ بالا روایات کے علاوہ بھی بعض روایات نقل کرتے ہیں جن میں قرآن فہمی کے لیے اہل بیتؑ کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

دوسرے نظریے کی تائید میں چند احادیث

ایسی متعدد روایات ہیں جن سے تفسیر بالماثور کے قائل علماء اپنے موقف کی تائید میں استفادہ کرتے ہیں۔ ذیل میں ان میں سے چند ایک کا ذکر کرتے ہیں:

(۱) شیخ ابو علی طبرسی اپنی تفسیر مجمع البیان میں رسول اللہؐ اور ائمہ اہل بیتؑ سے اس روایت کو صحیح قرار دیتے ہوئے نقل کرتے ہیں" ان تفسیر القرآن لا یجوز الا بالأثر الصحیح والنص الصریح۔" (11) کہ یقیناً تفسیر قرآن جائز نہیں مگر صحیح حدیث اور نص صریح سے۔

(۲) امام حاکم نے مستدرک میں اور دیگر کئی ایک محدثین نے حضرت علیؑ کے بارے میں رسول اکرمؐ کی یہ حدیث نقل کی ہے: " علی مع القرآن والقرآن مع علی لن یتفرقا حتی یردا علیّ الحوض"۔ یعنی: "علی قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علی کے ساتھ ہے اور یہ دونوں ہر گز ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ دونوں میرے پاس حوض پر پہنچ جائیں گے۔،،(12)

جہاں تک پہلی قسم کی احادیث کا تعلق ہے تو ان کا مفہوم متعین کرنے کے لیے ہمیں احادیث کی دیگر اقسام کو بھی ملحوظ رکھنا ہوگا۔ جن کا کچھ ذکر ہم نے بعد کی سطور میں کیا ہے۔ انھیں سامنے رکھا جائے تو ان احادیث سے یہ مراد لی جانا چاہیے کہ تفسیر قرآن کرتے ہوئے صحیح روایات کو پیش نظر رکھا جائے۔ یوں ہی ظواہر قرآن سے معنی اخذ کرتے ہوئے نصوص قرآنی کو ملحوظ رکھنا چاہیے۔ نصوص کو بنیاد بنا کر تفسیر کرنا چاہیے۔ اسی طرح دوسری قسم کی روایات میں امام علیؑ اور دیگر آئمہ اہل بیتؑ کی پیشوائی کو قبول کرنے، انھیں مرکز امت کے طور پر تسلیم کرنے نیز قرآن فہمی میں ان کی روش کو اختیار کرنے کی ہدایت دی گئی ہے۔

قرآنی آیات سے استدلال

روایات پر تفسیرِ قرآن کو منحصر قرار دینے والے علماء اپنی رائے کی تائید میں بعض آیات قرآن بھی ذکر کرتے ہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ اپنے نبیؐ کو مخاطب قرار دیتے ہوئے فرماتا ہے:

" وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ "(13)

یعنی: "ہم نے آپ کی طرف ذکر کو نازل کیا تاکہ آپ انسان کے لیے وہ کچھ بیان اور واضح کریں جو ان کی طرف بھیجا گیا ہے۔،،

اس آیت سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ قرآن کا بیان اور اس کی وضاحت و تفسیر رسول اللہؐ کے ذمے ہے اگر لوگ خود سمجھ سکتے تو پھر آپؐ سے کیوں کہا جاتا کہ اس کا بیان و وضاحت آپ کریں۔

"وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلاَّ اللّهُ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ" (14)

یعنی: "اور ان (متشابہات) کی تاویل اللہ اور راسخون فی العلم کے سوا کوئی نہیں جانتا۔،،

"فَاسْأَلُواْ أَهْلَ الذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لاَ تَعْلَمُونَ" (15)

یعنی: "اور جب تمھارے علم میں نہ ہو تو اہل ذکر سے پوچھو،،

تفسیر بالآثار کے طرفداروں کی خدمت میں عرض کیا جاسکتا ہے کہ آپ کیونکر آیات سے بلاواسطہ استدلال کر سکتے ہیں۔ آپ تو قرآن سے اس طرح کے استفادے کو درست نہیں سمجھتے۔ البتہ اس میں شک نہیں کہ روایات میں "وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ" ۔(16) اور "اَهْلَ الذِّكْرِ" سے مراد ائمہ اہل بیتؑ لیے گئے ہیں۔(17) اس بارے میں ہماری گذارش یہ ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ ان کلمات کا اولین اور بہترین مصداق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی عترت سے مراد ائمہ اطہارؑ ہی ہیں لیکن اس سے ان کلمات کی عمومیت ختم نہیں ہو جاتی۔ اس سلسلے میں ہم نے اپنا نقطۂ نظر دیگر دلائل سے بھی ثابت کیا ہے۔

تفسیر بالماثور کے بارے میں بعض علماء کی آراء

محمد امین استر آبادی کہتے ہیں: قرآن عام لوگوں کی سطح فہم کے مطابق نازل نہیں ہوا اور یہ ان کے لیے نا قابل فہم ہے۔ قرآن اہل ذکر (ع) کی سطح فہم کے مطابق نازل ہوا ہے۔ قرآن کے ناسخ و منسوخ کا علم اور یہ کہ کون سی آیت اپنے ظاہر پر باقی نہیں اس کا علم صرف اہل بیت (ع) کو ہے۔(18)

سید ہاشم بحرانی کہتے ہیں: ہمارے معاصرین نے تفسیر لکھی ہے کہ جو ائمہ معصومین، جو قرآن کی تنزیل و تاویل کے عالم ہیں، سے منقول نہیں ہے۔ واجب ہے کہ تفسیر قرآن سے ہاتھ روکے رکھیں تاکہ ان کی جانب سے تفسیر و تاویل حاصل ہوسکے کیونکہ ائمہ معصومین تنزیل و تاویل کا علم رکھتے ہیں اور جو کچھ ان کی جانب سے پہنچا ہے سب نور وہدایت ہے اور جو کچھ ان کے غیر سے آیا ہے ظلمت و تاریکی ہے۔ عجیب

ہے کہ معانی و بیان کے عالم یہ گمان کرتے ہیں کہ یہ علوم حاصل کر کے کتاب الٰہی کے اسرار تک پہنچا جاسکتا ہے وہ یہ نہیں سمجھ سکے کہ خود ان علوم کے مسائل کی قرآنی موارد پر مطابقت کے لیے بھی ان آئمہ کی طرف رجوع کرنا چاہیے کہ جو قرآن کی تنزیل و تاویل کا علم رکھتے ہیں۔(19)

جلال الدین سیوطی کہتے ہیں: بعض کا کہنا ہے کہ کسی کے لیے جائز نہیں کہ وہ تفسیر قرآن کرے اگرچہ وہ عالم، ادیب اور طرق استدلال کا ماہر ہو اور فقہ، نحو، تاری7خ اور آثار کا عالم ہو مگر یہ کہ اس کی تفسیر رسول اللہؐ سے منقول روایات کی بنیاد پر ہو۔(20)

ابو عبداللہ قرطبیؒ کہتے ہیں: بعض علماء کا کہنا ہے کہ تفسیر قرآن سماع[روایات پیغمبر اکرمؐ] پر متوقف ہے۔(21)

ابراہیم شاطبیؒ کہتے ہیں: مناسب نہیں کہ قرآن سے استنباط کا انحصار خود قرآن پر ہو اور قرآن کی شرح و بیان یعنی سنت کی طرف رجوع نہ کیا جائے کیونکہ جہاں بھی قرآن کلی کا حامل ہو اور کلی امور پر مشتمل ہو وہاں سنت کی طرف رجوع نہ کیا جائے۔(22)

ظواہر قرآن کی حجیت

تفسیر بالرائے کی بحث میں ظواہر قرآن کی حجیت کا موضوع بہت اہمیت رکھتا ہے۔ جو لوگ تفسیر بالآثار پر جمود کے قائل ہیں ان میں سے بعض کے نزدیک ظواہر قرآن سے عام لوگ استفادہ نہیں کر سکتے۔ یہاں یہ واضح کر دینا ضروری ہے کہ "ظواہر""نصوص" کے مقابلے میں ایک کلمہ ہے۔ علمائے اصول کی تعریف کے مطابق "نص" اس عبارت کو کہتے ہیں جس سے اخذ کیا جانے والا مطلب ایسا ہو کہ جو بہت واضح طور پر معلوم ہوتا ہو اور اس کے خلاف کوئی دوسرا احتمال موجود نہ ہو جبکہ "ظاہر" اس عبارت کو کہتے ہیں جس کا ایک معنی تو متبادر اور فوری طور پر ذہن میں آنے والا ہو اور کوئی دوسرا معنی بھی ممکن ہو سکے۔ علمائے اصولین کے نزدیک کوئی دوسرا معنی اسی صورت میں مراد لیا جاسکتا ہے جب عبارت کے داخل یا خارج یا دونوں میں کوئی ایسا قرینہ موجود ہو جس کی بنا پر ظاہری معنی مراد نہ لیا جاسکتا ہو۔ اسی ظاہری معنی کو علمائے اصولین حجت قرار دیتے ہیں۔ اس سلسلے میں ان کے بہت سے عقلی اور نقلی دلائل ہیں۔ عقلی دلائل کا خلاصہ یہ ہے:

ا. یہ ایک عام عقلی قاعدہ ہے کہ ہر عبارت اور کتاب کے ظواہر کو حجت سمجھا جاتا ہے۔

II. قرآن حکیم نے مخالفین کو مقابلے کی دعوت دی ہے اور کہا ہے کہ اگر تم اس کتاب کو اللہ کی طرف سے نازل نہیں سمجھتے تو پھر اس جیسی کتاب، دس سورتیں یا کوئی ایک سورۃ ہی بنا کر لے آؤ، اسے تحدی کہتے ہیں۔ یہ دعوت اسی صورت میں درست ہو سکتی ہے جب ظواہر کتاب کی حجیت کا قائل ہوا جائے۔

III. قرآن لوگوں کی ہدایت کے لیے آیا ہے اور اگر اس کے ظواہر حجت نہ ہوں تو پھر یہ کیسے ہدایت کا سامان بن سکتی ہے۔

ظواہر کتاب کی حجیت کے بارے میں روایات

کتب احادیث میں ایسی بہت سی روایات نقل ہوئی ہیں جو ظواہر کتاب کی حجیت پر دلالت کرتی ہیں۔ تفسیر بالرائے کے بارے میں منقول روایات کا معنی و مفہوم بیان کرتے ہوئے ان روایات کو بھی سامنے رکھنے کی ضرورت ہے۔ ہم اس سلسلے میں روایات کی مختلف اقسام کی طرف ذیل میں اشارہ کرتے ہیں۔

۱۔ اگرچہ حدیث ثقلین سے بعض علماء نے اس معنی میں استفادہ کیا ہے کہ قرآن حکیم کے مطالب کے اخذ کے لیے عترت اہل بیت کی طرف رجوع کرنا چاہیے لیکن ہماری دانست میں اس حدیث میں کتاب و عترت کو الگ الگ حجت قرار دیا گیا ہے۔ مومنین کو چاہیے کہ جیسے اہلبیت کا دامن پکڑے رکھیں اسی طرح قرآن سے بھی وابستہ رہیں اور یہ ہمیشہ یاد رکھیں کہ یہ دونوں ایک دوسرے سے ہم آہنگ ہیں۔

۲۔ متعدد روایات میں قرآن حکیم کو لوگوں کا مرجع اور پناہ گاہ قرار دیا گیا ہے مثلاً وسائل الشیعہ میں ہے کہ امام صادقؑ نے اپنے آبائے کرام کے ذریعے سے رسول اللہؐ کا یہ فرمان نقل کیا ہے:

اذا التبست علیکم الفتن کقطع اللیل المظلم فعلیکم بالقرآن فانه شافع مشفع ،وماحل مصدق، ومن جعله امامه قاده الی الجنة، ومن جعله خلفه ساقه الی النار۔ وهو الدلیل علی خیر سبیل۔۔۔ (23)

یعنی: ”جب تم پر فتنے شب کی تاریکی کی طرح چھا جائیں تو تمھیں چاہیے کہ قرآن کی طرف رجوع کرو کیونکہ قرآن ایک ایسا شفاعت کرنے والا ہے جس کی شفاعت قبول کی جاتی ہے اور ایک ایسا حامی ہے جس کی تصدیق کی جاتی ہے اور جس نے قرآن کو پیش نظر رکھا وہ اسے جنت کی طرف

لے جائے گا اور جس نے قرآن کو پس پشت ڈال دیا اسے جہنم کی طرف لے جایا جائے گا اور قرآن ایسا راہنما ہے جو بہترین راستے پر لے جاتا ہے۔"

۳۔ بعض روایات ایسی ہیں جن میں کہا گیا ہے کہ روایات کو کتاب اللہ کے سامنے پیش کرو اگر اس سے ہم آہنگ ہوں تو صحیح ہیں ورنہ جعلی ہیں۔ اس سلسلے میں امام صادقؑ سے ایک فرمان وسائل الشیعہ میں منقول ہے۔

ان علی کل حق حقیقة و علی کل صواب نوراً فما وافق کتاب اللہ فخذوه وما خالف کتاب اللہ فدعوه (24)

یعنی: "یقیناً ہر حق کے اوپر ایک حقیقت ہے اور ہر صحیح کام کے لیے ایک نور ہے پس ہر وہ چیز جو کتاب سے ہم آہنگ ہو اسے لے لو اور جو کتاب اللہ کے خلاف ہو اسے چھوڑ دو۔"

بعض روایات میں یہ بات صراحت سے فرمائی گئی ہے کہ اگر دو خبروں میں تعارض ہو جائے تو جو کتاب سے موافق ہو اسے لے لو۔ ان روایات میں قرآن کو حق و باطل میں تمیز کے لیے معیار قرار دیا گیا ہے۔ اگر ظواہر کتاب حجت نہ ہوں تو قرآن کس طرح سے حق و باطل کے مابین تمیز کے لیے معیار قرار پا سکتا ہے۔ ان کے علاوہ بھی مختلف قسم کی روایات موجود ہیں جن سے ظواہر قرآن کی حجیت ثابت ہوتی ہے اور جن سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ عام مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ قرآن کو اپنا رہبر و راہنما اور پیشوا قرار دیں۔ اگر عام مسلمان قرآن سے ہدایت حاصل نہ کر سکتے ہوں تو کیسے وہ اسے اپنا رہبر و راہنما بنا سکتے ہیں۔

روایات تفسیری کا نقص

روایات تفسیری کے بعض نواقص ایسے ہیں جن کے پیش نظر تفسیر بالروایات پر انحصار کے حامیوں کا نقطہ۔ نظر قبول کیا جانا اور بھی مشکل ہو جاتا ہے۔ ہم ذیل میں ان میں سے چند ایک کی طرف اشارہ کرتے ہیں:

ا. منقول تفسیری روایات قرآن حکیم کی تمام تر آیات کے بارے میں نہیں ہیں جبکہ وہ آیات ان سے بھی کم ہیں جن کے بارے میں کوئی شان نزول منقول ہو۔ بہت سی ایسی آیات ہیں جن کے بارے میں کوئی کمزور روایت بھی نقل نہیں ہوئی۔ یہی وجہ ہے کہ تفسیر بالآثار یا تفسیر بالروایات کے طرف دار اس موقع پر خاموش رہنے کا کہتے ہیں۔ ظاہر ہے اس کا مطلب سوائے اس کے کچھ نہیں کہ قرآن حکیم کا ایک بڑا حصہ ناقابل استفادہ قرار پائے۔

II. تفسیری روایات میں اسرائیلیات کا ایک بڑا حصہ شامل ہو چکا ہے۔ مسلمان ہونے والے بہت سے اہل کتاب اسلام لانے کے ساتھ ساتھ اپنی کتب کے ذخیروں میں سے بہت سی ایسی باتیں لے آئے جو قرآنی مطالب کی تفسیر کے عنوان سے مسلمان معاشرے میں رائج ہو گئیں۔ تاریخ اسلام کے عنوان سے لکھی گئی قدیم تواریخ میں بھی بہت سی اسرائیلیات راہ پا گئی ہیں۔

III. جعلی روایات کا ایک بڑا ذخیرہ بھی تفسیری روایات کے عنوان سے قدیم تفسیری ذخیرے میں شامل ہو چکا ہے۔ غرانیق کی جعلی داستان اس کی ایک قابل افسوس مثال ہے جس کی بنیاد پر دشمنان اسلام کو "شیطانی آیات" جیسی کتابیں لکھنے کا موقع ملا۔ عبدالکریم ابن ابی عوجا کو جب قتل کیا جانے لگا تو اس نے اعتراض کیا کہ اس نے چار ہزار حدیثیں گھڑی ہیں جن کی مدد سے اس نے حلال کو حرام اور حرام کو حلال ظاہر کیا ہے۔

تاویل کا مفہوم

تاویل کا لغوی معنی :

لغت میں تاویل کسی چیز کے انجام کو کہتے ہیں۔

تاویل روایات کی نظر میں :

روایات میں تاویل باطن قرآن کو کہتے ہیں۔ بہت سی روایات میں آیا ہے کہ قرآن کا ظاہر بھی ہے اور باطن بھی۔(25) بعض آیات سے استفادہ ہوتا ہے کہ تاویل سے مراد واقعیت خارجی ہے جو لفظوں سے بالاتر ہوتی ہے۔ جیسا کہ سورہ یوسف میں ہے کہ جب حضرت یعقوبؑ اپنے بیٹوں اور خاندان کے دیگر افراد کے ساتھ مصر میں یوسفؑ کے پاس پہنچے اور سب ان کے سامنے جھک گئے تو حضرت یوسفؑ نے بچپن میں خواب میں جو سورج، چاند اور گیارہ ستاروں کو دیکھا تھا کہ وہ انھیں سجدہ کر رہے ہیں، اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اپنے والد حضرت یعقوبؑ سے کہا کہ :

هَـٰذَا تَأْوِيلُ رُؤْيَايَ مِن قَبْلُ (26)

یعنی: "یہ ہے میرے پہلے خواب کی تاویل"

تفسیر و تاویل میں فرق

تفسیر و تاویل میں فرق مختلف علماء کے نزدیک مختلف ہو سکتا ہے اور اس کی بنیاد ان کے نزدیک تفسیر اور تاویل کی مختلف تعریف ہے۔

سید حیدر آملی کا نظریہ

تفسیر سے مراد ہے کیفیت نزول آیات کے اسباب اور شان نزول وغیرہ اور شان نزول اسباب نزول کی روایت درست ہو اس صورت میں اس کے مطابق یہ تفسیر جائز ہے جبکہ تاویلِ آیات ان کے معنی کی مناسبت سے انھیں صرف کرنے کو کہتے ہیں اور یہ علما کے لیے ممنوع نہیں بشر طیکہ ایسا قرآن و سنت کے مطابق ہو۔(27)

ایک روایت میں ہے کہ:

" ظهره تنزيله وبطنه تاويله "(28)

یعنی: "قرآن کا ظاہر اس کی تنزیل ہے اور اس کا باطن اس کی تاویل ہے۔"

ابن عربی کا نظریہ

ابن عربی کہتے ہیں: "ہر حسی صورت کی ایک معنوی روح ہوتی ہے۔ صورت حسی اس چیز کا ظاہر ہے اور اس کی معنوی روح اس کا باطن ہوتی ہے۔ جو صورت اندر ہوتی ہے وہی ظاہر ہوتی ہے۔ للذا ظاہر و باطن میں ہمیشہ جمع کرنا چاہیے اور عبرت کا مقصد بھی یہی ظاہر سے باطن کی طرف عبور ہے۔ وہ لوگ جو ظاہر پر جمود کر جاتے ہیں وہ صورتِ ظاہر سے ہر گز عبور نہیں کرتے، وہ عبرت حاصل کرنے کو تعجب کرنے پر منحصر کر دیتے ہیں۔"(29)

امام خمینیؒ کا نظریہ

امام خمینی کہتے ہیں: "کلی طور پر تفسیر کا معنی اس کتاب کے مقاصد کی تشریح کرنا اور اہم امر صاحبِ کتاب کے پیش نظریات کا بیان ہے۔ یہ کتاب شریف جو اللہ تعالیٰ کی گواہی کے مطابق ہدایت و تعلیم کی کتاب اور انسانیت کے راستے کا نور ہے، مفسر کو چاہیے کہ اس کے ہر قصے سے بلکہ ہر آیت سے عالم غیب کے راستے کی ہدایت و سعادت نیز معرفت و انسانیت کے راستے کی راہنمائی کا درس طالب علم کو دے۔ مفسر جب نزول کا مقصد ہمیں سمجھاتا ہے تو وہ مفسر ہے جب سبب نزول بتاتا ہے تو اس وقت وہ مفسر نہیں ہے۔"(30)

امام خمینیؒ مزید فرماتے ہیں: "اس صحیفہ نورانیہ کا ایک اور پردہ کہ جو اس سے استفادہ میں رکاوٹ بنتا ہے یہ اعتقاد ہے کہ جو کچھ مفسرین لکھ چکے ہیں یا سمجھ چکے ہیں اس کے علاوہ کسی کو اس سے استفادہ کا حق نہیں پہنچتا۔ اس نظریے کے حامل افراد کو آیات شریفہ میں غور و فکر اور اس تفسیر بالرائے کے مابین اشتباہ ہو گیا ہے کہ جو ممنوع ہے۔ اس فاسد رائے اور باطل عقیدے کی وجہ سے ان لوگوں نے قرآن شریف کو تمام فنون سے استفادہ سے عاری کر دیا ہے اور اسے مکمل طور پر مہجور کر دیا ہے جبکہ قرآن شریف سے اخلاقی، ایمانی اور عرفانی حوالے سے استفادہ کرنا کسی صورت بھی تفسیر سے مربوط نہیں چہ جائیکہ یہ تفسیر بالرائے ہو۔" (31)

گویا ان کے نزدیک آیات قرآنی پر غور و فکر کرنا ایک اور چیز ہے اور تفسیر بالرائے ایک اور چیز ہے۔ ایک اور مقام پر امام خمینیؒ فرماتے ہیں کہ "جو لوگ تاویل سے بچتے ہیں وہ خود ایک طرح کی تاویل میں پھنس گئے ہیں۔ یعنی تاویل نہ کرنے کا نظریہ تو بذات خود ایک تاویل ہے۔

بعض علما کا کہنا ہے کہ تاویل قرآن میں امام خمینی کی روش ایک اصول پر استوار ہے اور وہ ہے کتاب تدوین، کتاب تکوین اور کتاب انفس میں مطابقت۔ اگر ہم نفس انسانی کو کتب الٰہی میں سے سے ایک کتاب، عالم خارج کو کتاب تکوین اور قرآن حکیم کو اللہ کی کتاب تدوین سمجھ لیں تو اس صورت میں تاویل قرآن کا مطلب کتاب تدوین کو کتاب تکوین و انفس سے مطابقت دینا ہے۔ سید حیدر آملی نے بھی اس امر کی تصریح کی ہے۔ (32)

ممکن ہے ابتدائی نظر میں کسی قاری کو یہ نظریہ سر سید احمد خاں کے نظریۂ تفسیر سے ہم آہنگ معلوم ہو لیکن امام خمینیؒ کی عبارات اور موقفات پر نظر رکھنے والے اس استنباط کی نفی کریں گے کیونکہ امام خمینیؒ کا نظریہ آفاق و انفس سر سید کے نظریہ فطرت سے بہت مختلف ہے جو فطرت کے مادی مطالعے سے عبارت ہے جبکہ امام خمینیؒ کی نظر کائنات پر بحیثیت کل اور اجزا پر بحیثیت جزء جزء عارفانہ ہے جس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے۔

چند قابل تاویل آیات

بعض علماء کہتے ہیں کہ قرآن حکیم میں بہت سی آیات ایسی ہیں جن کا ظاہری معنی مراد نہیں لیا جاسکتا اور ضروری ہے کہ ان کی تاویل کی جائے اور تاویل سے ان کی مراد لفظی اور لغوی معنی سے ہٹ کر ان کی مراد کا معلوم کرنا ہے۔ چند آیات ہم بطور نمونہ پیش کرتے ہیں:

"وَمَن كَانَ فِي هَـٰذِهِ أَعْمَىٰ فَهُوَ فِي الْآخِرَةِ أَعْمَىٰ" (33)

یعنی: "اور جو اس دنیا میں اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا ہی ہوگا۔"

"صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُونَ" (34)

یعنی: "وہ گونگے، بہرے اور اندھے ہیں پس نہیں سمجھتے۔"

"وَقَالَتِ الْيَهُودُ يَدُ اللَّهِ مَغْلُولَةٌ غُلَّتْ أَيْدِيهِمْ وَلُعِنُوا بِمَا قَالُوا بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ" (35)

یعنی: "اور یہودی کہتے ہیں کہ اللہ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے (بلکہ) انہی کے ہاتھ بندھے ہیں اور ان پر ایسی بات کہنے کی بنا پر لعنت کی گئی ہے جبکہ اللہ کے دونوں ہاتھ کھلے ہیں۔"

"وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِأَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا" (36)

یعنی: "ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہماری وحی کے مطابق کشتی بناؤ۔"

ان علمائے کرام کے بقول پہلی دو آیتوں میں نابینا سے مراد ظاہری آنکھوں کی بینائی سے محروم شخص نہیں بلکہ معرفت الٰہی، بصیرت اور باطنی آنکھوں سے محروم شخص ہے۔ اسی طرح گونگے اور بہرے سے مراد بھی مادی زبان اور کانوں سے محروم انسان نہیں۔ چوتھی آیت میں "اَعْيُنِنَا" یعنی ہماری آنکھوں سے یہ مراد نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی بھی ہماری طرح کی کوئی آنکھیں ہیں بلکہ اس سے مراد "محضر الٰہی" ہے، اس کا حضور ہے اور اس کی ہدایت کی مطابقت ہے۔

چند قابل تاویل احادیث

مثال کے طور پر چند احادیث بھی پیش کی جاتی ہیں کہ جن سے ظاہری معنی مراد نہیں لیا جاسکتا:

"الحجر الاسود یمین اللہ فی الارض" (37)

یعنی: "حجر اسود زمین میں اللہ کا دایاں ہاتھ ہے۔"

ابن اثیر نے اس کی تاویل بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ کلام تمثیل پر مبنی ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ حجر اسود سے جب کوئی شخص اپنا ہاتھ مس کرتا ہے تو گویا وہ اللہ کے دائیں ہاتھ سے ہاتھ ملا رہا ہوتا ہے اور حجر اسود اللہ کی ملکیت بھی ہے اور اس موقع پر وہ ایک طرح سے اللہ کے دائیں ہاتھ کا قائم مقام ہوتا ہے۔(38)

ابن منظور نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے:

"اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھوں میں کوئی نقص نہیں ہے اور اس میں کمال ہی کمال ہے۔ بایاں ہاتھ چونکہ دائیں کی نسبت نقص کی علامت ہے اس لیے اللہ کے لیے دائیں ہاتھ کا ذکر کیا گیا ہے۔ قرآن و حدیث میں جہاں بھی ہاتھ، دونوں ہاتھ اور دایاں ہاتھ وغیرہ جیسے جوارح کی جو اللہ سے نسبت دی گئی ہے یہ مجاز اور استعارہ کی حیثیت رکھتی ہے ورنہ اللہ تشبیہ اور جسم و جسمانیت سے منزہ ہے۔"(39)

"قلب المومن بین اصبعین من اصابع الرحمن" (40)

یعنی: " مومن کا دل رحمان کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے مابین ہے۔"

"انی لاجد نفس الرحمان من جانب الیمن" (41)

یعنی: "یقیناً میں نے نفس رحمان کو یمن کی جانب پایا ہے۔"

بعض شارحین نے لکھا ہے کہ یمن میں چونکہ اسلام کے حامی اور وفادار کثرت سے موجود تھے اس لیے نبی کریمؐ نے یمن کی طرف اشارہ کرکے درحقیقت انہی کی تعریف فرمائی ہے اور انھیں نفس الرحمٰن قرار دیا ہے۔(42)

ظاہر ہے اللہ جسم و جسمانیت اور حد و محدودیت سے ماوراء ہے۔ وہ کسی سمت میں قرار پا سکتا ہے اور نہ حد میں محدود رہ سکتا ہے۔ وہ اعضاء و جوارح کا خالق ہے ان کا محتاج نہیں۔ البتہ تاویل کا موضوع خاصا پہلو دار اور عمیق ہے۔ اس پر علماء کی مختلف آراء ہیں جن کا دقت نظر سے جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔ بعض کے نزدیک قرآن حکیم کی کسی آیت کی تاویل کی ضرورت نہیں۔ بعض کے نزدیک محاورہ، ضرب المثل، ایماء، استعارہ، تمثیل، تشبیہ اور علامت وغیرہ ہر زبان کا حصہ ہے۔ اسی طرح ہر زبان زمان و مکان کے تقاضوں کے مطابق ظہور میں آتی ہے اور ان کے مطابق ہی سمجھی جا سکتی ہے۔ قرآن کی زبان کا بھی یہی حال ہے۔

ان تمام امور کو نظر میں رکھنے والے بعض افراد کے نزدیک قرآن میں ظہور ہی ظہور ہے لہٰذا تاویل کی ضرورت نہیں لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ تاویل کا موضوع اتنا مختصر اور سادہ نہیں اور ناگزیر بھی ہے۔ ہم اس سلسلے میں صرف دو مثالیں پیش کرتے ہیں جن سے اس موضوع کی ضرورت اور عمق دونوں کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ ایک قول سلفی عالم عبدالعزیز ابن باز کا ہے جسے سامنے رکھ کر تاویل کی ضرورت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے اور دوسرا امام خمینیؒ کے ہاں سے تاویل کا ایک نمونہ:

عبدالعزیز بن باز کہتے ہیں

یعنی: "ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جلال و جمال کی حامل صورت رکھتا ہے نیز ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی دو حقیقی آنکھیں ہیں اور اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ اس کی دو آنکھیں ہیں اور ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ کے دو بڑے اور با کرامت ہاتھ ہیں۔" (43)

تاویل کا ایک نمونہ

ہم امام خمینیؒ کی کتاب آداب الصلوۃ میں سے تاویل کا ایک نمونہ اپنے قارئین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔ ایک مقام پر وہ [قل ھو اللہ احد] کے الفاظ کی ایک احتمالی تاویل یوں بیان کرتے ہیں:

قل۔۔۔ھو۔۔۔ مقام فیض اقدس جو ذات اسماء ذاتیہ ہے

اللہ۔۔۔ مقام احدیت جمع اسمائی جو حضرت اسم اعظم ہے

احد۔۔۔ مقام احدیت (44)

تدبر فی القرآن کا حکم

قرآن حکیم میں عقل و فکر سے کام لینے کی دعوت ویسے تو بہت سے مقامات پر آئی ہے اور عقل و فکر سے کام نہ لینے کی مذمت بھی آئی ہے لیکن خود قرآن میں تدبر کرنے کا حکم بھی آیا ہے اور تدبر فی القرآن نہ کرنے والوں کی سخت مذمت بھی کی گئی ہے۔ مندرجہ ذیل آیات پر ایک نگاہ ڈالیے:

(i) تدبر کرنے کا حکم دیتے ہوئے سورہ صؔ میں فرمایا گیا ہے:

"كِتَابٌ أَنزَلْنَاهُ إِلَيْكَ مُبَارَكٌ لِّيَدَّبَّرُوا آيَاتِهِ" (45)

یعنی: "ہم نے ایک بابرکت کتاب آپ پر نازل کی ہے تاکہ وہ اس کی آیات پر تدبر کریں۔"

(ii) تدبر فی القرآن نہ کرنے والوں کی مذمت میں فرمایا گیا ہے:

”أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَى قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا“ (46)

یعنی: ”وہ قرآن میں غور و فکر کیوں نہیں کرتے کیا دلوں پر ان کے تالے پڑے ہیں؟“

جب قرآن کے ظواہر حجت ہی نہ ہوں اور عام انسانوں کو یہ سمجھ ہی نہ آسکتے ہوں بلکہ ان سے معنی و مراد اخذ کرنے والوں کی مذمت کی گئی ہو تو پھر اس میں تدبر اور غور و فکر کی دعوت کیسے دی جا سکتی ہے؟ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ”تفسیر بالرائے“ سے ممانعت کرنے والی روایات ان آیات کے منافی نہیں ہیں اور وہ عام مسلمانوں کو بھی آیات قرآن میں غور و فکر سے نہیں روکتیں چہ جائیکہ وہ اہل علم و فضل جو پاک دلی سے قرآن پر غور کرتے ہیں اور قرآن سے حاصل کیے گئے دانائی اور بصیرت کے جواہر پارے اپنے سامعین اور قارئین کے سامنے پیش کرتے ہیں۔

لائق توجہ

علمائے کرام اور مفسرین کی بے پناہ اور قابل قدر کوششوں اور ریاضتوں کے باوجود اب بھی بہت سے کم سواد یا بے علم افراد منبروں پر آکر عامۃ الناس اور سادہ دل مسلمانوں کو قرآن حکیم سے استفادے سے منع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اسے صرف نبی کریمؐ اور آئمہ اہل بیتؑ سمجھ سکتے ہیں کسی اور کو اس سے اخذ مطلب کا حق نہیں۔ مزید دردناک پہلو یہ ہے کہ یہی لوگ قرآن حکیم کی تفسیر بالرائے کے بھی مرتکب ہو رہے ہوتے ہیں۔ یہ لوگ عام مسلمانوں کی آنحضرتؐ اور ان کی پاک آلؑ سے مخلصانہ اور صادقانہ محبت کا استحصال کرتے ہیں اور اپنے دنیاوی مفادات کے لیے اس سے سوئے استفادہ کرتے ہیں۔ حق ہے کہ محراب و منبر پر اہل علم و فضل رونق افروز ہوں اور قرآن و اہل بیتؑ سے حاصل کیے گئے معارف و بصائر لوگوں تک پہنچائیں۔

حوالہ جات

1۔ صدوق (م ۳۸۱ھ) الامالی (قم، موسسہ البعثۃ، ط اول، ۱۴۱۷ھ) ص ۵۵، ح ۱۰

2۔ سمرقندی، ابو اللیث (م ۳۸۳ھ): تفسیر سمرقندی (بیروت، دار الفکر) ج ۱، ص ۳۶ ۳ رازی، فخر الدین (م ۶۰۶ھ): تفسیر کبیر، ج ۷، ص ۱۹۱۔۔۔ آل عمران کی آیت ۷ کے ذیل میں

3۔عیاشی، تفسیر عیاشی، جلد۱، ص ۱۸ و بحارالانوار، جلد ۹۲علاوہ ازیں یہ روایت آنحضرت (ص) سے بھی مروی ہے دیکھیے: موصلی ،ابویعلی، (م ۳۰۷ھ)مسند ابی یعلی(بیروت، دارالمامون للتراث،ط دوم) ج ۳، ص ۹۰، ح ۱۵۲۰طبرانی، (م ۳۶۰ھ) المعجم الاوسط، (مصر، قاہرہ، دارالحرمین، ط ۱۹۹۵ء) ج۵، ص ۲۰۸

4۔کلینی، (م ۳۲۹ھ) الکافی (تہران، دارالکتب، ط چہارم) ج ۸، ص ۳۱۱، ح ۴۸۵

5۔بقرہ: ۱۷۴

6۔بقرہ: ۴۱و۴۲

7۔طٰہٰ: ۲۴

8۔جوادی آملی: تفسیر تسنیم، ج۱

9۔شہید مطہری: آشنائی باقرآن، ص ۲۸و۲۷، انتشارات صدرا، تہران

10۔www.hawzah.net/fa/article/articleview/2328

11۔فضل بن حسن، طبرسی: مجمع البیان، المقدمہ، الفن الثالث، (لبنان، بیروت، دارالمعرفۃ) ص ۸۰

12۔نیشاپوری، حاکم: المستدرک علی الصحیحین (بیروت، دارالکتب العلمیۃ، ۱۹۹۰ء) ج ۲، ص ۱۳۴

13۔النحل: ۴۴

14۔آل عمران: ۷

15۔نحل: ۴۳

16۔امام صادقؑ فرماتے ہیں: (نحن الراسخون فی العلم ونحن نعلم تاویلہ) یعنی: (ہم راسخون فی العلم ہیں اور ہم اس کی تاویل کو جانتے ہیں۔ (کلینی، الکافی، ج۱، ص ۲۱۳)

17۔کلینی، (م ۳۲۹ھ) الکافی، تہران، دارالکتب الاسلامیہ ،ط ۵، ج۱، ص ۲۱۰ نیز تفسیر نورالثقلین میں سورہ نحل ۴۳ کی تفسیر کی طرف بھی رجوع کیجیے۔

18۔استر آبادی، محمد امین، الفوائد المدنیۃ (قم، جامعہ مدرسین، ۱۴۲۴ھ) ص ۲۷۰

19۔بحرانی، سید ہاشم، البرہان فی تفسیر القرآن (تہران، بنیاد بعث، ۱۴۱۶ھ) ج۱، ص ۸

20۔سیوطی، جلال الدین، الاتقان فی علوم القرآن، (بیروت، دارالفکر، ۱۴۱۶ھ) ج ۲، ص ۴۷۷

21۔قرطبی، ابو عبداللہ، الجامع لاحکام القرآن، قاہرہ، دارالشعب) ج۱، ص ۳۳

22۔شاطبی، ابراہیم: الموافقات فی الصول الفقہ (بیروت، دارالمعرفۃ) ج ۳، ص ۳۶۹

23۔حر عاملی، وسائل الشیعہ، موسسہ آل البیت لاحیاء التراث، ط: اولی، جمادی الثانیۃ، ۱۴۰۹ھ) ج۴، باب ۳، ح ۳ (یہ حدیث اصول کافی، ج۲اور طبرسی کی مجمع البیان کے مقدمے میں بھی کلمات کے کچھ فرق کے ساتھ نقل ہوئی ہے۔

24۔حر عاملی، وسائل الشیعہ، موسسہ آل البیت لاحیاء التراث، ط: اولی، جمادی الثانیۃ، ۱۴۰۹ھ) ج۲۷، ح۱

25۔سمرقندی، العیاشی، محمد بن مسعود: تفسیر عیاشی، تہران، مکتبہ علمیہ الاسلامیہ، ۱۳۸۱ھ، ج۱، ص ۲، صدوق، محمد بن علی بن الحسین: (علل الشرایع، قم، کتاب فروشی داوری، ۱۳۸۵ھ) ص ۶۰۶ کلینی، محمد بن یعقوب: الکافی (تہران، دار الکتب الاسلامیہ، ۱۳۶۳ھ ش) ج۴، ص۵۴۹، ح۴

26۔یوسف: ۱۰۰

27۔آملی، سید حیدر، تفسیر المحیط الاعظم والبحر الضخم فی تاویل کتاب اللہ العزیز المحکم (تہران، وزارت فرہنگ و ارشاد اسلامی، ۱۴۱۴ھ) ج۱، ص ۲۳۲

28۔ فار، محمد بن حسن: بصائر الدرجات (قم، کتابخانہ آیۃ اللہ مرعشی، ۱۴۰۴ھ) ص۱۹۶، ح۷

29۔ محی الدین بن عربی: الفتوحات المکیۃ (قاہرہ، المجلس الاعلی للثقافۃ، ۱۴۰۵ھ) باب ۵۰، ج۸۰، ص ۲۱۲

30۔ خمینی، امام، روح اللہ: آداب الصلاۃ، (مشہد، موسسہ چاپ وانتشارات استان قدس رضوی، ط دوم، ۱۳۶۶ھ ش) ص ۲۱۲

31۔ خمینی، امام، روح اللہ: آداب الصلاۃ، (مشہد، موسسہ چاپ وانتشارات استان قدس رضوی، ط دوم، ۱۳۶۶ھ ش) ص ۲۲۰

32۔ معنی تاویل عرفانی تطبیق کتاب تدوینی باکتاب آفاقی است۔" تفسیر المحیط الاعظم، ج۱، ص ۲۴۰

33۔بنی اسرائیل: ۷۲

34۔سورہ بقرہ: ۱۷۱

35۔مائدہ: ۶۴

36۔ہود: ۳۷

37۔صفدی (م ۷۶۴)، الوافی بالوفیات، (لبنان، بیروت، داراحیاء التراث العربی، ۲۰۰۰ء) ج ۱۵، ص ۲۲۶ نیز متقی ہندی (م۹۷۵) کنز العمال: (لبنان، بیروت، موسسہ الرسالۃ، ۱۹۸۹) ج ۱۲، ص ۲۱۷، ح ۳۴۷۴۴ نیز ابن عربی (م ۳۸ء) الفتوحات المکیۃ، (لبنان، بیروت، دار صادر) ج۱، ص ۷۰۲

38۔ابن اثیر کی عبارت یوں ہے: هذا الكلام تمثيل و تخييل واصله ان الملك اذا صافح رجلا قبل الرجل يده فكان الحجر الاسود لله بمنزلة اليمين للملك حيث يستلم و يلثم ابن اثير(م۶۰۶) النهاية فی غريب الحديث (ایران، قم، موسسہ اسماعیلیان) ج۵، ص

39۔ابن منظور کے الفاظ یہ ہیں: ای ان یدیه تبارك و تعالیٰ بصفة الکمال لانقص فی واحدة منهما لان الشمال تنقص عن الیمین وکل ماجاء فی القرآن والحدیث من اضافة الید و والایدی والیمین وغیر ذلك من اسماء الجوارح الی الله فانما هو علی سبیل المجاز والاستعارة والله منزه عن التشبیه والتجسم

40۔سید مرتضی (م ۴۳۶) الامالی (ایران، قم، منشورات مکتبة آیة الله المرعشی، اول، ۱۹۰۷ء) ج ۲، ص ۲ نیز امام احمد (م ۲۴۱) مسند احمد (لبنان، بیروت، دار صادر) ج ۲، ص ۱۶۸ نیز نیشاپوری، مسلم: صحیح مسلم (لبنان، بیروت، دار الفکر) ج ۸، ص ۵۱ آخری دونوں کتابوں میں لفظ الرحمٰن کے بعد کقلب واحد لکھا ہے۔

41۔طبری (م ۳۶۰)، المعجم الکبیر (لبنان، بیروت، داراحیاء التراث العربی، دوئم، ۱۹۸۵) ج ۷، ص ۵۲ نیز متقی ہندی، کنز العمال (لبنان، بیروت، داراحیاء التراث العربی، دوئم، ۱۹۸۵ء) ج ۱۲، ص ۵۰، ح ۳۳۹۹۵۱

42۔المازندرانی، صالح: شرح اصول الکافی (لبنان، بیروت، داراحیاء والتراث العربی، ط اول، ۲۰۰۰ء) ج ۴، ص ۲۱۴

43۔عبدالعزیز بن باز: عقیدہ اہل السنتہ والجماعۃ تالیف محمد بن صالح العثیمین (ریاض، دارالوطن، ۱۴۱۴ھ) ص ۵

44۔ خمینی، امام، روح اللہ: آداب الصلاۃ، (مشہد، موسسہ چاپ وانتشارات استان قدس رضوی، ط دوم، ۱۳۶۶ھ ش) ص ۳۰۵

45۔ صٓ: ۲۹

46۔ محمد: ۲۴